Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

The Psychology of Mohammedﷺ: A Research and Critical Review

محمد ﷺ کی نفسیات: ایک تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

Muhammad Asim
Student of 8th Semester, Govt. College University of Faisalabad

Muhammad Talha Sarwar
Student of 8th Semester, Govt. College University of Faisalabad

Abstract

This article presents a critical and analytical review of the book The Psychology of Mohammed written by Masud Ansari. The study aims to examine the psychological interpretations offered by the author regarding the personality, experiences, and leadership of the Prophet Muhammad (peace be upon him). By analyzing the arguments presented in the book, the article evaluates the methodological approach, historical references, and intellectual assumptions that form the basis of the author's claims.

The research adopts a qualitative and analytical method, comparing the author's psychological explanations with established historical sources, classical works of Sīrah (biography of the Prophet), and the perspectives of Muslim scholars. Particular attention is given to identifying the strengths and weaknesses of the author's arguments, as well as the extent to which the psychological framework applied in the book corresponds with authentic historical evidence.

The study argues that while psychological analysis can sometimes provide insights into historical personalities, the interpretation of prophetic experiences requires careful consideration of religious, historical, and cultural contexts. Therefore, the article highlights the methodological limitations and potential biases present in the book. Ultimately, the research seeks to contribute to a balanced academic understanding of the subject by critically evaluating the claims of the book in the light of established scholarship.

Keywords: Psychology of Mohammed, Prophet Muhammad (PBUH), Psychological Interpretation, Critical Analysis, Sīrah Studies, Historical Methodology, Religious and Cultural Context

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
June 30, 2025

تمہید

تاریخِ انسانی کا مطالعہ شاہد ہے کہ حق کی صدا جب بھی بلند ہوئی باطل نے اسے دبانے کے لیے علمی مغالطہ آفرینی اور فکری جارحیت کا سہارا لیا۔ عہدِ حاضر میں اسلام کے خلاف جاری 'فکری یلغار' میں مستشرقین (Orientalists) نے تحقیق کا جو لبادہ اوڑھا ہے وہ درحقیقت اسی قدیم عداوت کا تسلسل ہے جو اب 'نفسیاتی تجزیوں اور عقلی اعتراضات کی نئی شکل میں سامنے آرہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب "دی سائیکالوجی آف محمد" اسی معاندانہ اسلوب کی ایک کڑی ہے جس میں مصنف نے علم و دانش کی حدود کو پامال کرتے ہوئے صاحبِ قرآن ﷺ کی سیرتِ مطہرہ اور اسلامی شعائر کو ہدفِ ملامت بنایا ہے۔

اس کتاب کا منہجِ تنقید سراسر تحریفی ہے جہاں تاریخی واقعات کو ان کے حقیقی سیاق و سباق سے کاٹ کر نفسیاتی الجھنوں کا نام دیا گیا اور قرآنی اصطلاحات کی ایسی تشریح کی گئی جو نہ صرف لغوی اعتبار سے غلط ہے بلکہ اسلامی تاریخ کے چودہ سو سالہ تسلسل سے بھی متصادم ہے۔ مصنف نے جہاں ایک طرف وحی اور نبوت جیسے مقدس حقائق کو مرگی یا نفسیاتی تناؤ سے تشبیہ دینے کی ناپاک جسارت کی وہیں دوسری طرف جہاد، عورتوں کے حقوق اور اسلامی نظامِ عدل کو وحشت اور دہشت گردی کے مترادف قرار دے کر اپنی علمی بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔

یہ تحریر محض ایک آرٹیکل نہیں بلکہ ان تمام زہریلے پروپیگنڈوں کا علمی و تحقیقی محاکمہ ہے جو مستشرقین کے زیرِ اثر پروان چڑھے۔ ہم نے اس مقالے میں کتاب کے ہر اعتراض کا قرآن و سنت کی ٹھوس بنیادوں پر رد پیش کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام کے آفاقی اصول نہ صرف عقلِ سلیم کے عین مطابق ہیں بلکہ وہ انسانیت کی فلاح کا واحد راستہ ہیں۔

آیئے! ان تاریک اعتراضات کے مقابلے میں قرآن کی روشنی اور سیرتِ نبوی ﷺ کے تابناک حقائق کا مطالعہ کرتے ہیں جو ہر دور کے معترضین کے لیے ایک خاموش مگر دندان شکن جواب ہیں۔

مصنف کا تعارف

مسعود انصاری ایک ایرانی نژاد مصنف، محقق اور مترجم تھے جو بالخصوص اسلام اور اسلامی جمہوریہ ایران پر اپنی تنقیدی تحریروں کی وجہ سے معروف ہوئے۔ وہ یکم دسمبر 1927 کو ایران کے دارالحکومت Tehran میں پیدا ہوئے اور 10 ستمبر 2014 کو Washington, D.C. میں انتقال کر گئے۔ اپنی فکری اور علمی سرگرمیوں کے باعث وہ ایران کے ان مصنفین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے مذہب، سیاست اور سماج کے موضوعات پر تنقیدی و تجزیاتی تحریریں پیش کیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

مسعود انصاری نے ابتدائی تعلیم ایران میں حاصل کی اور بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے مختلف جامعات سے وابستہ رہے۔ انہوں نے قانون اور سیاسیات کے میدان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور بین الاقوامی تعلقات میں ماسٹرز کی ڈگری بھی حاصل کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے پیپو تھراپی کے شعبے میں بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اپنی علمی قابلیت کے باعث انہوں نے ایران اور بیرونِ ملک متعدد تعلیمی اداروں میں تدریسی خدمات انجام دیں اور مختلف تحقیقی و علمی اداروں سے وابستہ رہے۔ انصاری نے اپنی علمی زندگی میں متعدد موضوعات پر تصنیف و تالیف کی۔ ان کی تحریروں کا ایک بڑا حصہ مذہب بالخصوص اسلام اور ایران کی معاصر سیاست پر تنقیدی مباحث پر مشتمل ہے۔ ان کی معروف تصانیف میں Psychology of Mohammed, Inside the Brain of a Prophet W, Why I Am Not a Muslim اور Recognizing the Quran شامل ہیں، جن میں انہوں نے مذہبی اور تاریخی موضوعات پر اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے فلسفہ اور مغربی فکر سے متعلق چند اہم کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی کیا جن میں Bertrand Russell کی خود نوشت اور Friedrich Nietzsche کی معروف کتاب Thus Spoke Zarathustra قابلِ ذکر ہیں۔

سیاسی اعتبار سے مسعود انصاری ایران میں قائم اسلامی جمہوری نظام کے ناقد اور آئینی بادشاہت کے حامی سمجھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی تحریریں اور سرگرمیاں اکثر سیاسی و فکری مباحث کا موضوع رہیں۔ ان کی تصانیف اور نظریات نے ایران اور بیرونِ ملک بعض فکری حلقوں میں خاصی توجہ حاصل کی۔

یوں مسعود انصاری ایک ایسے مصنف اور محقق کے طور پر جانے جاتے ہیں جنہوں نے مذہب، سیاست اور سماج کے موضوعات پر اپنی مخصوص فکری جہت کے ساتھ اظہارِ خیال کیا اور متعدد علمی و ادبی تصانیف کے ذریعے اپنی شناخت قائم کی۔

مستشرقین کا طرزِ تنقید: ایک علمی محاکمہ

اس کتاب پر تجزیے سے قبل یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مصنف نے وہی قدیم منہجِ استشراق (Orientalist Methodology) اپنایا ہے جو صدیوں سے اسلام کے خلاف برسرِپیکار ہے۔ مستشرقین کا طرزِ تنقید درج ذیل خامیوں کی بنیاد پر خود "حدفِ تنقید" ہے:

داخلی تضادات اور تعصب: مستشرقین کا بنیادی اسلوب علمی تحقیق کے بجائے پہلے سے طے شدہ نتائج "(Predefined Results)" پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ غیر جانبداری کا لبادہ اوڑھ کر صرف ان کمزور روایات یا منقطع واقعات کا انتخاب کرتے ہیں جو ان کے مخصوص ایجنڈے کو تقویت دیں۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

نفسیاتی مغالطہ آفرینی: جدید مستشرقین نے نفسیاتی تجزیے "(Psychological Analysis)" کے نام پر وحی اور نبوت جیسے مقدس حقائق کو ذہنی بیماری یا نفسیاتی تناؤ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جو کہ مابعد الطبیعیاتی حقائق کو مادی پیمانوں سے ناپنے کی فاش غلطی ہے۔

سیاق وسباق سے دانستہ چشم پوشی: مستشرقین کا بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ قرآنی آیات اور احادیث کو ان کے تاریخی پس منظر (اسبابِ نزول) اور لغوی حقیقت سے کاٹ کر پیش کرتے ہیں تاکہ اسلام کی ایک "متشدد" تصویر دکھائی جا سکے۔

کتاب کے اہم نکات اور اسلوب

کردار کشی کا اسلوب: مصنف نے تاریخِ اسلام کے اہم واقعات (مثلاً ہجرت، غزوات اور نکاحات) کو نفسیاتی الجھنوں اور اقتدار کی ہوس سے تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے جو تاریخی حقائق کے مکمل منافی ہے۔

تحریفی تشریح: کتاب میں قرآنی اصطلاحات (مثلاً جہاد، غنیمت، نجس) کی ایسی تشریح کی گئی ہے جو نہ لغت سے ثابت ہے اور نہ ہی چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کے عمل سے۔ مصنف نے دانستہ طور پر "دفاع" کو "دہشت گردی" کا نام دے کر قارئین کو گمراہ کیا ہے۔

خواتین اور سماجی قوانین: مصنف نے اسلامی قوانینِ نکاح و طلاق کو "انسانی حقوق کی پامالی" قرار دیا ہے جبکہ وہ ان انقلابی اصلاحات کو نظر انداز کر گیا جو اسلام نے اس دور کی جاہلیت میں عورت کو مقام دینے کے لیے کیں۔

علمی بددیانتی: کتاب میں مستند مآخذ کے بجائے ضعیف روایات یا ذاتی آراء کو "حتمی اسلام" کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کی زبان جا بجا گالی گلوچ اور تمسخر پر اتر آتی ہے جو کسی بھی صورت ایک محقق کا شیوہ نہیں ہو سکتی۔

زیرِ نظر مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ "دی سائیکالوجی آف محمد" علمی تحقیق کے بجائے ایک مخصوص نظریاتی جنگ کا حصہ ہے۔ مصنف نے مستشرقین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی ایک ایسی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ تاہم قرآن و سنت کے دلائل اتنے محکم اور آفاقی ہیں کہ وہ ہر دور کے معترضین کے لیے منہ توڑ جواب فراہم کرتے ہیں۔

اس پورے علمی کام کا مقصد محض دفاع نہیں بلکہ ان حقائق کو اجاگر کرنا ہے جو تعصب کی گرد میں چھپا دیے گئے تھے۔ یہ تحریر ان قارئین کے لیے ایک روشنی کا مینار ثابت ہو گی جو حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا چاہتے ہیں اور مستشرقین کے فریب خوردہ اسلوب کا علمی رد تلاش کر رہے ہیں۔

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

ذیل میں میرا اسلوب اس طرح ہوگا کہ میں مصنف کی کتاب سے چیدہ چیدہ عبارات کو لے کر قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا رد کروں گا اور ساتھ ایک مختصر سا تبصرہ بھی پیش کیا جائے گا

حضور ﷺ کی شجاعت وبسالت پر مستشرقین کے الزامات

"According to Muir, 'physical courage, indeed, and material daring, are characteristics which did not distinguish the prophet at any period of his career.''[1]

میور[2] کے مطابق: در حقیقت جسمانی بہادری اور مادی جرأت وہ صفات نہیں تھیں جو نبی کو ان کی زندگی کے کسی بھی دور میں نمایاں طور پر ممتاز کرتی ہوں۔''

اللہ تعالی نے نبی ﷺ کی ثابت قدمی اور ہمت کے بارے میں فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ[3]

ترجمہ: پس (اے نبی!) آپ اسی طرح صبر (وثبات) کیجیے جس طرح ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، جو خود شجاعت کے پیکر تھے فرماتے ہیں:

" كُنَّا إذا احمرَّ البأسُ ولَقِيَ القومُ القومَ اتَّقَيْنا برسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ فما يكونُ منَّا أحَدٌ أَدْنى منَ القومِ منه"[4]

ترجمہ: جب لڑائی کی شدت بڑھ جاتی اور دونوں لشکر گتھم گتھا ہو جاتے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ لیتے اور آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بھی دشمن کے قریب نہ ہوتا تھا۔"

مصنف کا یہ دعویٰ کہ نبی ﷺ کی پوری زندگی میں جسمانی شجاعت کا عنصر نہیں ملتا تاریخی حقائق کے بالکل برخلاف ہے۔ قرآنِ کریم آپ ﷺ کو "اولوالعزم" (عظیم ہمت والا) قرار دیتا ہے اور حضرت علیؓ کی گواہی یہ ثابت کرتی ہے کہ آپ ﷺ میدانِ جنگ میں سب سے آگے اور صحابہ کے لیے جائے پناہ ہوتے تھے۔ مستشرق ولیم میور کی یہ رائے محض تعصب پر مبنی ہے۔

[1] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad, واشنگٹن ڈی سی، انسٹی ٹیوٹ فار اتھیکل، 2007، ص:14

[2] William Muir (1819–1905), A British Orientalist And Historian Who Served In The Colonial Administration Of India And Authored *The Life Of Mahomet*.

[3] ۔ سورۃ الاحقاف، آیت:35

[4] ۔ الارناؤط، شعیب الأرناؤوط، تخریج المسند احمد بن حنبل، بیروت، موسسہ الرسالہ، 2001، ص:1347

[4] ۔انصاری، مسعود، The Physhology Of Muhamma، ص، 16

[4] ۔العنکبوت:48

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

حضور کا حضرت خدیجہ سے نکاح کو مال واسباب کا ذریعہ سمجھنا

"Now, instead of being her employee, Mohammed became the master of both Khadija's person and her estate... his ambitious mind began to entertain thoughts of becoming a political entity."[5]

مصنف کے مطابق (اب یوں ہوا کہ محمدؐ خدیجہ کے ملازم ہونے کے بجائے خود خدیجہ کی ذات اور ان کی جائیداد کے مالک بن گئے اور ان کے بلند پرواز ذہن میں یہ خیال ابھرنے لگا کہ وہ ایک سیاسی قوت یا سیاسی شخصیت بن جائیں۔)

اللہ تعالی نے نبی ﷺ کے ماضی اور نبوت کے بارے میں فرمایا:

وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ[6]

"اور آپ اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، ورنہ یہ باطل پرست ضرور شک میں پڑ جاتے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی طویل حدیث (وحی کا آغاز) میں درج ہے کہ جب پہلی وحی آئی تو آپ ﷺ خوفزدہ ہو کر گھر آئے اور فرمایا:

"لقد خشيت على نفسي"[7]

"مجھے اپنی جان کا ڈر لگ گیا ہے۔"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت کوئی "سیاسی منصوبہ" نہیں تھا، بلکہ ایک عظیم بوجھ تھا جس سے آپ ﷺ لرزا ٹھے تھے۔

مصنف کا یہ دعویٰ کہ نکاحِ خدیجہؓ کے بعد دولت ملنے پر آپ ﷺ نے "سیاسی شخصیت" بننے کا سوچا ایک لغو خیال ہے۔ اگر مقصد سیاست یا دولت ہوتا تو آپ ﷺ مکہ کے سرداروں کی وہ پیشکش قبول کر لیتے جس میں انہوں نے آپ کو بادشاہت اور بے حساب مال دینے کا وعدہ کیا تھا بشرطیکہ آپ دعوتِ اسلام چھوڑ دیں۔ قرآن کی گواہی اور وحی کے وقت آپ ﷺ کی کیفیت ثابت کرتی ہے کہ یہ منصبِ الہٰی تھا، کوئی سیاسی خواہش نہیں۔

حضور کے عائلی معاملات کو غلط رنگ دینا

"However at her death... Mohammed indulged without restraint in a revel of sexual debauchery, taking a multitude of wives."[8]

[7] ۔ العسقلاني ،ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1415ھ، جلد:3، ص:634

[8] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:17

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 30, 2025

مصنف کا دعویٰ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد (معاذ اللہ) نبی ﷺ نے بغیر کسی روک ٹوک کے کثرتِ ازدواج کے ذریعے نفسانی خواہشات کی تسکین شروع کر دی۔

قرآن کہتا ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ[9]

''یہ نبی مومنوں کی جانوں پر ان سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

" ما شبِع آلُ محمَّدٍ من خُبزِ الشَّعيرِ يومَيْن مُتتابعَيْن حتَّى قُبِض رسولُ اللهِ[10]

''آلِ محمد ﷺ نے دو دن لگاتار جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا''۔

نفسانی خواہشات کا شکار شخص زہد اور فاقہ مستی کی زندگی نہیں گزارتا۔ آپ ﷺ کے تمام نکاح دینی، سیاسی اور سماجی مصلحتوں پر مبنی تھے نہ کہ (معاذ اللہ) عیاشی پر جیسا کہ مستشرقین پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

وحی کی کیفیت اور مستشرقین کے خود ساختہ نظریات

"Some who witnessed his epileptic-like fits associated with mental ecstasy merely considered him insane... over and over again he contemplated suicide."[11]

مصنف کا دعویٰ ہے کہ کچھ لوگوں نے وحی کی کیفیت کو مرگی کے دورے اور دیوانگی سمجھا، اور یہ کہ نبی ﷺ پر (معاذ اللہ) بار بار خودکشی کے خیالات طاری ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان الزامات کا جواب ان الفاظ میں دیا:

"مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ"[12]

"آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں۔"

[9] ۔الاحزاب:6

[10] ۔البانی، ناصر الدین، مختصر الشمائل، بیروت، المکتب الاسلامی، 1991ء، ص:123

[11] ۔ انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:20-21

[12] ۔القلم:2

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

اور فرمایا: وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ[13]

"اور یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے جب وحی کی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أحيانًا يأتيني يعني الوحيُ في مثلِ صلصلةِ الجرسِ وهو أشدُّ عليَّ، فيُفصَمُ عني وقد وعَيتُ ما قال وأحيانًا يتمثَّل لي الملَكُ رجلًا فيكلِّمُني وأعِي ما يقولُ[14]

" کبھی مجھے گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے۔

وضاحت: اگر یہ مرگی (Epilepsy) ہوتی تو اس میں انسان ہوش و حواس کھو دیتا ہے جبکہ آپ ﷺ وحی کے بعد اس کلام کو مکمل یاد رکھتے اور دوسروں کو سناتے تھے جو مرگی کے مریض کے لیے ناممکن ہے۔

مصنف نے "خودکشی" کے حوالے سے جن قرآنی آیات (مثلاً سورۃ الشعراء: 3) کا اشارہ دیا ہے ان کا مقصد نبی ﷺ کا اپنی جان کو دعوتِ حق کی فکر اور غم میں گھلانا تھا نہ کہ مایوسی کی وجہ سے جان لینے کا ارادہ تھا۔ مرگی کا الزام مستشرقین کا پرانا حربہ ہے جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ وحی کے وقت آپ ﷺ پر ایک خاص رعب اور بوجھ ہوتا تھا جس کے بعد آپ ﷺ انتہائی فصیح اور مکمل کلام پیش فرماتے تھے جو کسی ذہنی مریض کے بس کی بات نہیں۔

تصورِ جنت کو لالچ سے تعبیر کرنا

"The rewards for obeying him were chiefly visions of a Paradise, which he cunningly framed to satisfy the longings and dreams of the Arabs to whom he preached... scorching heat and dryness of the land... made Arabs fond of rivers and waters[15]".

مصنف کا دعویٰ ہے کہ جنت کا تصور محض ایک چالاکی تھی تاکہ شدید گرمی اور صحرا میں رہنے والے پیاسے عربوں کو ٹھنڈے پانی، باغات اور پھلوں کے لالچ میں مبتلا کر کے اپنا پیروکار بنایا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ جنت کی حقیقت انسانی سوچ اور علاقائی پسند سے کہیں بلند ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[16]

"سو کوئی متنفس نہیں جانتا جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا کر رکھی گئی ہے، یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔"

[13] التکویر: 25

[14] ۔البانی، ناصرالدین، صحیح الجامع الصغیر، بیروت، المکتب الاسلامی، 1988ء، ص: 213

[15] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص: 22

[16] ۔ السجدہ: 17

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

حدیث شریف میں ہے کہ:

خبر النبي صلى الله عليه وسلم أن الله تبارك وتعالى قال:
هيّأت وأعددت تشريفًا لعبادي الصالحين في الجنة ما لم يبصر ذاته عين، ولا سمعت وصفه أذنٌ، ولا وقع ولا مر على قلب بشر ماهيته.[17]

"میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ (جنت) تیار کر رکھی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا۔"

مصنف کا یہ استدلال کہ جنت صرف عربوں کے لیے پرکشش تھی علمی طور پر کمزور ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جنت کی نعمتیں صرف ٹھنڈے پانی تک محدود ہوتیں، جبکہ قرآن میں "رضوان اللہ" (اللہ کی رضا) کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ حدیثِ قدسی واضح کرتی ہے کہ جنت کی نعمتیں انسانی تصور (خواہ وہ عرب ہو یا عجمی) سے ماوراہیں۔ یہ کوئی علاقائی لالچ نہیں بلکہ ایک عالمگیر روحانی اور جسمانی جزاہے جو ہر دور کے انسان کے لیے یکساں پرکشش ہے۔

نبی کی حفاظت کو معاذاللہ ان کے چچا پر محمول کرنا

"Shielded by his uncle, Mohammed's own life was secure but his converts, mostly slaves and other low-life, were vulnerable to persecution and possible death. There was nothing Mohammed could do to protect them[18]"..

مصنف کا دعویٰ ہے کہ نبی ﷺ تو اپنے چچا کی وجہ سے محفوظ تھے لیکن ان کے پیروکار (معاذاللہ) "گھٹیا طبقے" (Low-life) اور غلاموں پر مشتمل تھے جن پر ظلم ہو رہا تھا اور نبی ﷺ انہیں بچانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ایمان لانے والوں کی قدر و منزلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ[19]

"بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے نسلی یا طبقاتی برتری کے بت توڑتے ہوئے فرمایا:

يا أيُّها النّاسُ إنَّ ربَّكم واحدٌ ألا لا فضلَ لعربيٍّ على عجميٍّ ولا لعجميٍّ على عربيٍّ ولا لأحمرَ على أسودَ ولا لأسودَ على أحمرَ إلّا بالتَّقوى إنَّ أكرمَكم عندَ اللهِ أتقاكُم"[20]

[17] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار طوق النجات، 1422ھ، جلد:6، ص:115، رقم الحدیث:4779

[18] ۔انصاری، مسعود The Phychology Of Muhammad، ص:22

[19] ۔ الحجرات:13

[20] ۔البانی، ناصر الدین، غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام، بیروت، المکتب الاسلامی، 1994ء، ص:313

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ تمہارا رب ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔"

مصنف کا جلیل القدر صحابہ کے لیے "low-life" (گھٹیا/پنچ) جیسا لفظ استعمال کرنا اس کے شدید تعصب اور انسانی اخلاقیات سے دوری کا ثبوت ہے۔ اسلام نے غلاموں کو وہ عزت دی کہ بلالِ حبشیؓ "سیدنا" کہلائے۔ ہجرتِ حبشہ نبی ﷺ کی "بے بسی" نہیں بلکہ آپ ﷺ کی سیاسی و سفارتی بصیرت تھی تاکہ کمزور مسلمانوں کی جان بچائی جا سکے اور اسلام کا پیغام جزیرہ نما عرب سے باہر بھی پہنچے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مکہ کے ظالموں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لیے ایک محفوظ جائے پناہ کا انتظام فرمایا جو کہ حسن سلوک کی عمدہ مثال ہے۔

قبول اسلام: حضرت حمزہ اور حضرت عمر

"The fourth year (614 C.E.) of his preaching was a lucky year... The conversion of Hamza and Omar added greatly to Mohammed's prestige... and gave Mohammed courage to leave Arkam's house[21]".

مصنف کا دعویٰ ہے کہ چوتھا سال نبی ﷺ کے لیے "خوش قسمتی" کا سال تھا کیونکہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے آپ ﷺ کو سماجی وقار ملا اور اسی وجہ سے آپ ﷺ میں دارِ ارقم سے باہر نکلنے کی ہمت پیدا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ یہ کسی اتفاق یا خوش قسمتی کا نام نہیں بلکہ اللہ کا فضل ہے:

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُواۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ[22]

"وہ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں آپ کہیے کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی۔"

حضرت عمر بن خطابؓ کے قبولِ اسلام کے پیچھے نبی کریم ﷺ کی وہ خاص دعا تھی جو آپ ﷺ نے اپنے رب سے مانگی تھی:

"اللهم أعز الإسلام بأحب هذين الرجلين إليك: بأبي جهل أو بعمر بن الخطاب"[23]

"اے اللہ! ان دو شخصوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما: ابو جہل یا عمر بن خطاب کے ذریعے۔"

مصنف نے ان جلیل القدر ہستیوں کے اسلام لانے کو محض ایک سماجی اور سیاسی "بریک تھرو" (Breakthrough) کے طور پر پیش کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ کی دعا کا ثمر تھا۔ حضرت عمرؓ کا کلام الٰہی سن کر موم ہو جانا کوئی اتفاق نہیں بلکہ اس کلام کی اعجاز آفرینی تھی۔ یہ کہنا کہ آپ ﷺ میں ہمت ان کے آنے

[21] - انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhmmad، ص:26-27

[22] - سورۃ الحجرات، آیت:17

[23] - ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبیر، بیروت، دار الغرب الاسلامی، 1998ء، رقم الحدیث 3681

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

سے پیدا ہوئی غلط ہے۔آپ ﷺ پہلے دن سے ہی کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر حق کی پکار بلند کر چکے تھے۔ان صحابہ کے آنے سے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر طاقت ملی لیکن نبی ﷺ کی ذاتی شجاعت اور ہمت پہلے دن سے ہی غیر متزلزل تھی۔

واقعہ سماعت جنات اور مستشرقین کا نقطہ نظر

"Mohammed told this superstitious fabrication (variations of this story were common throughout the Mideast...) to illustrate that although he and his doctrines might be rejected by some men, they were held in reverence by other creatures[24]"...

مصنف کا دعویٰ ہے کہ جنات کے قرآن سننے کا واقعہ ایک توہم پرستانہ من گھڑت کہانی ہے، جسے نبی ﷺ نے صرف اس لیے سنایا تاکہ یہ تاثر دے سکیں کہ اگر انسانوں نے انہیں رد کیا ہے تو دوسری مخلوق ان کی عزت کرتی ہے۔

قرآن مجید میں ایک پوری سورت (سورۃ الجن) اس واقعے کی گواہی دیتی ہے:

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا[25]

"آپ کہہ دیجیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس رات نبی ﷺ کے ساتھ تھے:

عن ابنِ مسعودٍ رضيَ اللهُ عنهُ هل كان معَ النبيِّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ ليلةَ الجنِّ أحدٌ فقال لم يصحبْه منا أحدٌ ولكن فقدناه ذاتَ ليلةٍ فقلنا استُطير أو اغتيلَ فتفرَّقنا في الشعابِ والأوديةِ نلتمِسُه وبتنا بشرِّ ليلةٍ بات بها قومٌ نقولُ استُطيرَ أم اغتيلَ فقال إنه أتاني داعي الجنِّ فذهبت أُقرِئُهم القرآنَ فأرانا آثارَهم[26]

انہوں نے فرمایا:

ہم میں سے کوئی بھی اس رات آپ ﷺ کے ساتھ نہیں تھا۔ایک رات ہم نے آپ کو اپنے درمیان نہیں پایا تو ہم آپ کو تلاش کرنے لگے۔ہم نے کہا شاید آپ کو کوئی پرندہ اٹھالے گیا ہو یا کسی نے آپ کو قتل کر دیا ہو۔ہم گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر کر آپ کو ڈھونڈتے رہے اور ہم نے اپنی زندگی کی سب سے بری رات گزاری۔پھر صبح کے وقت ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ حراء کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں۔ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو تلاش کیا مگر نہ پایا اور بہت پریشان رہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس جنات کا ایک بلانے والا آیا تھا، میں ان کے پاس گیا اور انہیں قرآن سنایا۔"

[24]۔ انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad ص:28

[25]۔ الجن:1

[26]۔طحاوی، ابو جعفر، شرح معانی الاثار، بیروت، عالم الکتب، 1994ء، جلد:1، ص:96

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

پھر آپ ﷺ ہمیں وہاں لے گئے اور ہمیں ان کے قدموں کے نشان اور آگ کے آثار دکھائے

مصنف نے جنات کے واقعے کو محض ایک "نفسیاتی سہارا" ثابت کرنے کے لیے تاریخی اور مذہبی حقائق کو جھٹلانے کی کوشش کی ہے۔ قرآن و حدیث میں غیبی مخلوقات (ملائکہ اور جنات) کا ذکر کوئی توہم پرستی نہیں بلکہ ایمانیات کا حصہ ہے۔ یہ واقعہ طائف کے کٹھن سفر کے بعد پیش آیا، جس کی گواہی نہ صرف وحیِ الٰہی نے دی بلکہ عینی شاہد صحابہ نے بھی دی جنات کے نشانات دیکھے۔ اسے "مشرقِ وسطیٰ کی پرانی کہانی" کہنا علمی دیانتداری کے خلاف ہے۔

اشاعت اسلام اور جبر کا نظریہ

He became a political tyrant then a brigand and a terrorist... to force the people to embrace his teachings or face the power of his sword[27]".

مصنف کا دعویٰ ہے کہ مدینہ جا کر (معاذاللہ) آپ ﷺ ایک سیاسی ظالم اور دہشت گرد بن گئے جنہوں نے لوگوں کو تلوار کے زور پر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔

دین میں جبر کے حوالے سے قرآن کا واضح اور دوٹوک فیصلہ ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[28]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں (ذمیوں) کے حقوق کے بارے میں فرمایا:

"ألا من ظلم معاهداً، أو انتقصه، أو كلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شيئاً بغير طيب نفس، فأنا حجيجه يوم القيامة"[29]

"خبردار! جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے (ظلم کرنے والے کے خلاف) جھگڑا کروں گا۔"

مصنف نے "تلوار کے زور پر اسلام" کا وہ گھسا پٹا الزام دہرایا ہے جسے خود مغربی محققین اب رد کر چکے ہیں۔ اگر اسلام تلوار سے پھیلتا تو مکہ کی دس سالہ مظلومیت میں لوگ ایمان نہ لاتے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے "میثاقِ مدینہ" کے ذریعے یہودیوں اور دیگر قبائل کو مذہبی آزادی دی۔ "دہشت گردی" کا لفظ استعمال کرنا بدترین تاریخی بددیانتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی تمام جنگیں دفاعی تھیں یا فتنہ و فساد کے خاتمے کے لیے تھیں۔

[27] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:33
[28] ۔البقرہ:256
[29] ۔سخاوی شمس الدین، الاجوبہ المرضیہ، ریاض، دارالرایہ، 1992ء، جلد:1، ص:16

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

مفہوم جہاد اور مستشرقین کا نقطہ نظر

"The sword" Mohammed said, "is the key to heaven and hell." On another occasion, he stated, "Paradise is under the shadow of swords[30]".

مصنف کا دعویٰ ہے کہ نبی ﷺ نے (معاذ اللہ) تلوار کو جنت اور دوزخ کی کنجی قرار دیا اور یہ کہا کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

قرآن مجید جنت کے حصول کا اصل راستہ "ایمان اور عملِ صالح" کو قرار دیتا ہے نہ کہ محض جنگ و جدل کو۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ[31]

"اور ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجیے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔"

مصنف نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس کا سیاق و سباق (Context) ادھورا چھوڑ دیا ہے۔ مکمل مفہوم بخاری کی اس حدیث میں ہے:

"واعلموا أن الجنة تحت ظلال السيوف"[32]

آپ ﷺ نے یہ بات دشمن سے مقابلے کے وقت صحابہ کی ہمت بڑھانے اور دفاعی جنگ میں ثابت قدمی کے لیے فرمائی تھی۔

نیز جنت کی کنجی کے بارے میں آپ ﷺ کا اصل فرمان یہ ہے:

"مفتاح الجنة الصلاة"[33]

(جنت کی کنجی نماز ہے)۔

مصنف نے دفاعی جہاد کے حوالے سے کہے گئے الفاظ کو عمومی رنگ دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام صرف جنگ کا نام ہے۔ "جنت تلواروں کے سائے تلے ہے" کا مطلب یہ ہے کہ جب حق اور باطل کی جنگ مسلط کر دی جائے تو اس وقت بزدلی دکھانے کے بجائے حق پر ڈٹ جانا جنت کا راستہ ہے۔ جبکہ اسلام میں جنت کا عمومی راستہ تقویٰ حسنِ اخلاق اور عبادات ہیں۔ مصنف نے شعوری اور علمی طور پر نماز اور اخلاق کو جنت کی کنجی بتانے والی احادیث کو نظر انداز کیا ہے۔

آیت سیف اور مستشرقین کا اعتراض

"[34]There is a verse in the Koran, generally known as Ayatu's-saif (The Verse of the Sword)(Sura IX: 5)".

[30] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:34

[31] ۔البقرہ، 25

[32] ۔سفارینی، محمد بن احمد، شرح کتاب الشہاب، کویت، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، 2007ء، ص:264

[33] ۔صعدی، محمد جار اللہ، النوافح الفطرہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1992ء، ص:335

[34] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:35

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

مصنف نے سورۃالتوبہ کی آیت نمبر 5 کو" تلوار کی آیت "قرار دے کر اسے اسلام کے عمومی جارحانہ رویے کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اسی سورت کی اگلی ہی آیت (نمبر 6) مصنف کے نظریے کی تردید کرتی ہے، جسے وہ اکثر چھپا جاتے ہیں:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ[35]

"اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دیں یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیں۔"

جنگ کے آداب کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان:

انطلقوا بَاسم الله وبَالله وعلى ملة رسول اللهِ ولا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا وضموا غنائمكم وأصلحوا وأحسنوا إن الله يحب المحسنين[36]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد کے ساتھ اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر نکلو۔ کسی بوڑھے کمزور آدمی کو قتل نہ کرنا نہ کسی بچے کو نہ کسی عورت کو۔ خیانت نہ کرنا (یعنی مالِ غنیمت میں چوری نہ کرنا اپنے غنائم کو جمع رکھنا اور اصلاح کرو اور اچھا سلوک کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

مصنف نے "آیتِ سیف" کو اس کے سیاق و سباق (Context) سے کاٹ کر پیش کیا ہے۔ یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں تھی جنہوں نے بار بار معاہدے توڑے اور مسلمانوں کا قتلِ عام کیا۔ اس کے باوجود اگلی ہی آیت (نمبر 6) میں اللہ نے دشمن کو بھی پناہ دینے اور اسے بحفاظت محفوظ مقام تک پہنچانے کا حکم دیا ہے۔

اگر اسلام صرف تلوار کا دین ہوتا تو پناہ دینے اور بحفاظت پہنچانے کا حکم نہ ہوتا۔ مصنف کا اسے "دہشت گردی" سے جوڑنا ایک علمی دھوکہ ہے۔

غزوات نبوی ﷺ اور مستشرقین کا معاشی پروپیگنڈہ

"Mohammed reverted to the traditional Bedouin method of sustenance: banditry and the plundering of the caravans... ordered them to begin robbing caravans[37]".

مصنف کا الزام ہے کہ (معاذ اللہ) نبی ﷺ نے معاش کے لیے روایتی بدوی طریقہ اختیار کیا اور مسلمانوں کو قافلے لوٹنے کا حکم دیا جس سے وہ "ہائی وے ڈاکو" بن گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی حالت اور ان پر ہونے والے مظالم کے جواب میں قتال کی اجازت یوں دی:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ[38]

[35] ۔التوبہ:6

[36] ۔سجستانی،ابوداؤد،بیروت،المکتبہ العصریہ،2009ء،رقم الحدیث:2614

[37] ۔انصاری،مسعود، The Phychology Of Muhammad،ص:36

[38] ۔الحج:3

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

"ان لوگوں کو (قتال کی) اجازت دے دی گئی ہے جن سے جنگ کی جا رہی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر پوری طرح قادر ہے۔"

قریش کے قافلوں کے تعاقب کی اصل وجہ لوٹ مار نہیں بلکہ مکہ میں چھوڑی گئی مسلمانوں کی جائیدادوں کا قصاص اور معاشی دفاع تھا۔ نبی ﷺ نے ہمیشہ اخلاقی حدود کی پاسداری کی ہے

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أمر أميرا على جيش أو سرية أوصاه في خاصته بتقوى الله ومن معه من المسلمين خيرا ثم قال اغزوا باسم الله في سبيل الله... ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا"[39]

رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی لشکر یا دستے کا امیر مقرر کرتے تو اسے خاص طور پر اللہ سے ڈرنے (تقویٰ اختیار کرنے) کی نصیحت فرماتے اور اس کے ساتھ موجود مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتے۔ پھر فرماتے: اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو خیانت نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا، اور کسی مقتول کا مثلہ (اعضا کاٹنا) نہ کرنا۔

مصنف نے "ڈکیتی" کا لفظ استعمال کر کے بدترین علمی خیانت کی ہے۔ مکہ کے مشرکین نے مسلمانوں کو گھروں سے نکالا ان کے مال واسباب پر قبضہ کیا اور پھر مدینہ پر حملے کی دھمکیاں دیں۔ قریش کے تجارتی قافلے دراصل جنگی فنڈنگ کا ذریعہ تھے جن کا تعاقب کرنا ایک جائز دفاعی اور معاشی جنگی حکمتِ عملی (Economic Warfare) تھا۔ ڈاکوؤں کے برعکس نبی ﷺ کے سپاہی باقاعدہ ضابطہ اخلاق کے پابند تھے اور ان کا مقصد ذاتی مال بنانا نہیں بلکہ قریش کے جنگی غرور کو توڑنا تھا۔

اخلاص صحابہ اور مستشرقین کے دنیاوی مفادات کے الزامات

"This proves that the conversion of some of those who came to follow Mohammed was not necessarily religious in nature, but based on worldly avarice. As it has been said in the past... Arabs consider Islam a license to plunder[40].

مصنف کا الزام ہے کہ (معاذ اللہ) اسلام لانے والوں کا مقصد صرف دنیاوی لالچ اور مالِ غنیمت تھا اور یہ کہ عرب اسلام کو لوٹ مار کا لائسنس سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ان صحابہ کی نیتوں اور ان کے خلوص کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا[41]

(مالِ فئے) ان ہجرت کرنے والے فقراء کے لیے ہے جنہیں ان کے گھروں اور ان کے مالوں سے نکال دیا گیا وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے مال کے لیے لڑنے والوں کے بارے میں واضح فرمایا:

39 ۔طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، قاہرہ، دارالحرمین، 1995ء، جلد:2، ص:115

40 ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:40-41

41 ۔الحشر:8

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی مالِ غنیمت کے لیے لڑتا ہے ایک شہرت کے لیے ان میں سے کون اللہ کی راہ میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله"[42]

"جو اس لیے لڑا کہ اللہ کا کلام (دین) بلند ہو جائے، وہی اللہ کی راہ میں ہے۔"

مصنف کا یہ کہنا کہ صحابہ "لالچ" کی وجہ سے اسلام لائے تاریخ کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ مکہ میں مسلمانوں نے اپنا سب کچھ (گھر، کاروبار، جائیداد) صرف ایمان کی خاطر چھوڑا تھا۔ غزوۂ بدر کا پس منظر دفاعی تھا اور قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا ان کی جنگی معیشت کو کمزور کرنے کی ایک ضرورت تھی نہ کہ ذاتی دولت جمع کرنا۔ اگر مقصد "لوٹ مار" ہوتا تو وہ مکہ کی پر سکون زندگی نہ چھوڑتے۔ صحابہ کی قربانیاں ان کے اخلاص کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔

قبول اسلام اور مال غنیمت

"Their only motivation for conversion to Islam was the hope of acquiring booty and the worldly comforts it could buy... Bedouins were ready to drop the new faith as quickly as they had adopted it[43]".

مصنف کا الزام ہے کہ لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی واحد وجہ مالِ غنیمت اور دنیاوی آسائشوں کا حصول تھا اور یہ کہ عرب اتنی ہی تیزی سے اسلام چھوڑنے کو تیار تھے جتنی تیزی سے وہ داخل ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سچے مومنوں کے بارے میں فرمایا جنہوں نے جان و مال کی پرواہ نہ کی:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَـٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ[44]

"مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ سچے ہیں۔"

صحابہ کے ایمان کی مضبوطی کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جب قریش نے انہیں ہر طرح کی لالچ دی مگر وہ نہ ہٹے:

نبی ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا تھا:

يا عمَّاهُ، واللهِ لَو وَضعوا الشَّمسَ في يميني والقمرَ في شمالي علَى أن أتركَ هذا الأمرَ حتَّى يُظهرَه اللهُ أو أهلِكَ فيه ما تركتُهُ[45]

[42] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع صحیح، بیروت، دار ابن کثیر، 2002، رقم الحدیث، 2810، ص696

[43] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:42

[44] ۔الحجرات:15

[45] ۔البانی، ناصر الدین البانی، فقہ السیرہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 2004ء، ص:109

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 30, 2025

"اے چچا! اللہ کی قسم اگر یہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند بھی رکھ دیں کہ میں اس کام (دعوت) کو چھوڑ دوں میں تب بھی نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں اس راہ میں فنا ہو جاؤں۔"

مصنف کا یہ نظریہ کہ اسلام صرف مال کی وجہ سے پھیلا عقل و منطق کے خلاف ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مسلمان مکہ میں تپتی ریت پر کوڑے نہ کھاتے اور شعبِ ابی طالب میں درختوں کے پتے کھا کر تین سال فاقہ کشی نہ کرتے۔ بدر کے موقع پر 313 مسلمانوں کا ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرانا مال کی ہوس نہیں بلکہ جذبۂ ایمانی تھا۔ جہاں تک بدوؤں کا تعلق ہے ان میں سے بعض منافقین ضرور تھے جن کا ذکر قرآن نے کیا ہے لیکن اسے تمام صحابہ اور پورے عرب پر لاگو کرنا صریحاً زیادتی اور تاریخی بددیانتی ہے۔

مدنی زندگی میں قتال اور صبر و تحمل کا قرآنی تصور

"The Medinan passages recommend the merciless killing, decapitation, and maiming of non-believers... the famous verse in Sura IX: 5... is said to have canceled 124 verses that dictate toleration and patience[46]".

مصنف کا دعویٰ ہے کہ مدنی سورتیں غیر مسلموں کے بے رحمانہ قتل اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کی ترغیب دیتی ہیں اور یہ کہ "آیتِ سیف" نے صبر و تحمل کی 124 آیات کو منسوخ کر دیا ہے

قرآن کریم نے جنگ کی حالت میں بھی عدل اور زیادتی سے روکنے کا حکم دیا ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ[47]

"اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

نبی کریم ﷺ نے دشمن کے ساتھ بھی حسنِ سلوک اور انسانیت کا درس دیا:

"اغزوا ولا تغلواولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليداً"[48]

"جنگ کرو مگر خیانت نہ کرو عہد نہ توڑو کسی (دشمن) کے اعضاء نہ کاٹو (Maiming) اور نہ ہی کسی بچے کو قتل کرو۔"

مصنف کا یہ کہنا کہ اسلام بے رحمانہ قتل کا حکم دیتا ہے سراسر بہتان ہے۔ قرآن میں قتال کا حکم صرف ان لوگوں کے خلاف ہے جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے یا جنہوں نے معاہدے توڑے (جیسا کہ سورۃ التوبہ کا پس منظر ہے)۔ جہاں تک آیات کے منسوخ ہونے کا تعلق ہے یہ ایک علمی مغالطہ ہے۔ آیتِ سیف نے صبر و

[46] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:43

[47] ۔البقرہ:190

[48] ۔نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1955ء، رقم الحدیث:1731

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

تحمّل کی آیات کو ختم نہیں کیا بلکہ یہ مختلف حالات (امن اور جنگ) کے الگ الگ احکامات ہیں۔ اسلام کا اصل پیغام امن ہے لیکن دفاع کا حق ہر معاشرے کو حاصل ہے۔)

تصور باری تعالی اور استشراقی بیانیہ

"One of the frightening aspects of the Koran... is the absolute authority it has ascribed to its 'Allah.' This monster, invented by Mohammed for his own interest[49]"...

مصنف کا دعویٰ ہے کہ قرآن کا خوفناک پہلو اللہ کی ذات کو مطلق طاقت دینا ہے اور (معاذ اللہ) اسے ایک ایسی ہولناک ایجاد قرار دیا جو نبی ﷺ نے اپنے مفاد کے لیے کی۔

اللہ تعالیٰ کی ذات رحیم و کریم ہے جس کا ثبوت یہ آیت ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ[50]

"اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔"

جس ذات کی رحمت کائنات کی ہر شے پر ہو اسے "Monster" کہنا صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو بغض میں اندھا ہو چکا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی شفقت کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

"لله أرحم بعباده من هذه بولدها"[51]

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس ماں سے بھی زیادہ رحم فرمانے والا ہے جتنا یہ اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔۔"

مصنف نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرتِ کاملہ کو (معاذ اللہ) آمریت سے تشبیہ دی ہے جبکہ قرآن کی ہر سورت (سوائے ایک کے) "رحمن اور رحیم" کے نام سے شروع ہوتی ہے۔ مصنف کا یہ کہنا کہ یہ تصور "ذاتی مفاد" کے لیے تھا عقل کے خلاف ہے کیونکہ اسلام کی تعلیمات نے تو خود نبی ﷺ پر سب سے زیادہ ذمہ داریاں اور سختیاں (عبادت، زہد اور ایثار) عائد کی تھیں۔

[49] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:47

[50] ۔الاعراف:156

[51] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار طوق النجات، 1422ھ، رقم الحدیث:5999

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

مقام مصطفیٰ ﷺ: بندگی اور رسالت کا تصور کا قرآنی تصور

"...It becomes apparent as one reads the Koran that Mohammed is not happy to be equal of Allah. He would like to be considered above him... Mohammed puts himself above Allah and on behalf of Allah he orders his followers to send blessings on him[52]

مصنف کا یہ مضحکہ خیز دعویٰ ہے کہ قرآن پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اللہ کے برابر ہونے پر خوش نہیں تھے بلکہ وہ اس سے برتر ہونا چاہتے تھے اسی لیے انہوں نے اللہ کی طرف سے خود پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی حیثیت ایک بندے اور رسول کے طور پر واضح کی گئی ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ[53]

"آپ فرما دیجیے کہ میں تو صرف تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے خود کو حد سے زیادہ بڑھانے سے سختی سے منع فرمایا:

"لا تطروني، كما أطرت النصارى ابن مريم، فإنما أنا عبده، فقولوا عبد الله ورسوله"[54]

"تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسے عیسائیوں نے ابن مریم کے بارے میں کیا، میں تو صرف اس کا بندہ ہوں پس تم (مجھے) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔"

مصنف نے "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی"[55] کے مفہوم بدلنے کی کوشش کی ہے۔ عربی لغت اور قرآنی سیاق میں اللہ کے "صلوۃ" بھیجنے کا مطلب "رحمت نازل کرنا" ہے نہ کہ عبادت کرنا۔ کسی کے لیے رحمت کی دعا کرنا یا اسے عزت دینا اس کے "خدا ہونے" کی دلیل نہیں ہوتی۔ پورے قرآن میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جہاں نبی ﷺ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہو بلکہ ہر جگہ اللہ کی وحدانیت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا ہے۔

جہاد کا حقیقی مفہوم اور جبری تبدیلی مذہب کے الزامات

Mohammed... taught the Muslims that the means to achieve an Islamic world was by the divine precept 'Jihad.' a continuous Holy War that commands the Muslims to force people to convert to Islam by the dint of the sword[56]".

[52] انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:51

[53] ۔ الکہف:110

[54] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصغیر، بیروت، دار طوق النجات، 1422ھ، رقم الحدیث:3445

[55] ۔الاحزاب:56

[56] ۔انصاری، مسعود، The Phychoogy Of Muhammad, ص:53

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 30, 2025

مصنف کا دعویٰ ہے کہ (معاذ اللہ) نبی ﷺ نے مسلمانوں کو سکھایا کہ دنیا کو اسلامی بنانے کا ذریعہ "جہاد" ہے، جو ایک مسلسل جنگ ہے جس کا مقصد لوگوں کو تلوار کے زور پر مسلمان بنانا ہے۔

قرآن کریم میں قتال (جنگ) کا مقصد ظلم کا خاتمہ بتایا گیا ہے نہ کہ جبری تبدیلیِ مذہب۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ[57]

"اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ (ظلم و فساد) باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے۔"

وضاحت: یہاں "دین اللہ کے لیے ہونے" کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کی آزادی حاصل ہو اور کسی کو اس کے مذہب کی وجہ سے ستایا نہ جائے۔

نبی کریم ﷺ نے دعوتِ اسلام کے عمل میں تلوار کے استعمال کی نفی کرتے ہوئے حضرت علیؓ کو خیبر کے موقع پر فرمایا:

"فوالله لأن يهدي الله بك رجلاً واحداً، خير لك من أن يكون لك حمر النعم"[58]

"اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعے اللہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں (عرب کا قیمتی ترین اثاثہ) سے بہتر ہے۔"

اگر مقصد تلوار سے مسلمان بنانا ہوتا تو آپ ﷺ "ہدایت" (دل کی تبدیلی) کی بات نہ فرماتے۔

مصنف نے "جہاد" کے لغوی اور شرعی مفہوم کو دانستہ طور پر خلط ملط کیا ہے۔ جہاد کا مطلب "کوشش" ہے، جس میں نفس کے خلاف جدوجہد، علم کی ترویج اور دفاعی جنگ شامل ہیں۔ اسے "مسلسل جنگ" کہنا تاریخی حقیقت کے منافی ہے کیونکہ نبی ﷺ کی پوری زندگی میں کل جنگی ایام چند ماہ سے زیادہ نہیں بنتے۔ اسلام میں جنگ صرف دفاع اور انسانی حقوق کی پامالی کو روکنے کے لیے ایک آخری حربہ (Last Resort) کے طور پر رکھی گئی ہے۔

اسلام میں مقام نسواں اور استشراقی نظریہ

"The Holy Koran never considered males and females as equal human beings... Verse 11 of Sura XLII regards women as merely a necessity for procreation and a sexual toy[59]".

مصنف کا سنگین الزام ہے کہ قرآن مرد اور عورت کو برابر انسان نہیں سمجھتا اور (معاذ اللہ) عورت کو محض افزائشِ نسل کی ضرورت اور جنسی کھلونا قرار دیتا ہے۔

قرآن کریم نے انسانیت اور ثواب کے درجے میں دونوں کی برابری کو بارہا واضح کیا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ[60]

[57] ۔البقرہ، 19:

[58] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار طوق النجات، 1422ھ، رقم الحدیث: 3701

[59] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص: 59-60

OPEN ACCESS
CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

"پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم ایک دوسرے میں سے (ایک ہی جنس) ہو۔"

نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے مقام و مرتبے کے بارے میں حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"استوصوا بالنساء خيراً"[61]

"عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو۔"

نیز آپ ﷺ کا مشہور فرمان ہے:

"النساء شقائق الرجال" [62]

عورتیں مردوں کے برابر کے ٹکڑے ہیں۔

مصنف نے وراثت اور گواہی کے احکامات کو (جو کہ سماجی اور معاشی ذمہ داریوں کے فرق پر مبنی ہیں) "انسانی عدم مساوات" کا نام دیا ہے۔ اسلام نے عورت کو ماں بیٹی، بہن اور بیوی کی صورت میں وہ حقوق دیے جو اس سے پہلے کسی تہذیب میں موجود نہ تھے۔ عورت کو "جنسی کھلونا" کہنا مصنف کی اپنی بیمار ذہنی سوچ کی عکاسی ہے جبکہ قرآن نے اسے "محصنات" (قلعہ بند/عزت والی) اور "لباس" (سکون کا ذریعہ) قرار دیا ہے۔

ارتداد اور آزادی مذہب

"As I shall explain in chapter five of this book, in several hadith Mohammed has clearly ordained the death punishment for apostates... In the Koran, also Islam condemns apostasy and assigns grievous penalty for those who apostatize[63]".

"جیسا کہ میں اس کتاب کے پانچویں باب میں وضاحت کروں گا کئی احادیث میں محمد (ﷺ) نے مرتدین (اسلام چھوڑنے والوں) کے لیے سزائے موت کا واضح حکم دیا ہے قرآن میں بھی اسلام ارتداد کی مذمت کرتا ہے اور ارتداد کرنے والوں کے لیے دردناک سزا مقرر کرتا ہے۔

قرآن کریم نے دین کے معاملے میں مکمل آزادی دیتے ہوئے واضح فرمایا ہے:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِۖقَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[64]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر الگ ہو چکی ہے۔

[60] - آل عمران:195

[61] - بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیروت، دار طوق النجات، 1422ھ، رقم الحدیث:5185

[62] - ابن قطان، فاسی، الوھم والایھام، ریاض، دار طیبہ، 1997ء، جلد:4، ص:198

[63] انصارہ، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:65

[64] - البقرہ:256

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

قرآن مجید میں ارتداد پر اخروی سزا کا ذکر تو ہے، لیکن دنیاوی سزائے موت کا حکم کسی ایک آیت میں بھی موجود نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے انسانی جان کی حرمت کے بارے میں فرمایا:

"لا يحل دم امرئ مسلم، يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله، إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة"[65]

"کسی مسلمان کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین صورتوں کے: شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان (قصاص)، اور وہ جو اپنا دین چھوڑ کر جماعت سے الگ ہو جائے۔"

وضاحت: فقہاء کے نزدیک دین چھوڑ کر جماعت سے الگ ہونے والے سے مراد وہ شخص ہے جو ریاست کے خلاف بغاوت (Treason) کا مرتکب ہو۔

مصنف نے ارتداد کی سزا کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے طور پر پیش کیا ہے، جبکہ تاریخی طور پر یہ سزا ان لوگوں کے لیے تھی جو محض مذہب تبدیل نہیں کرتے تھے بلکہ اسلامی ریاست کے خلاف جنگی سازشوں میں شریک ہو جاتے تھے۔ مصنف کا یہ کہنا کہ اسلام پر مبنی حکومت زندگی کو جہنم بنا دے گی ایک صریح تعصب ہے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی خلافتوں میں غیر مسلم (ذمی) اور اقلیتیں آج کے نام نہاد جمہوری دور سے کہیں زیادہ محفوظ اور خوشحال تھیں۔

"An 'infidel' is a person who does not accept the superstitions that Mohammed preached on behalf of his self-made Allah. Why should his head be smitten...? Because he does not participate in the religious battles (terrorist raids)[66]"...

ایک کافر وہ شخص ہے جو ان توہمات کو نہیں مانتا جن کی تبلیغ محمد (ﷺ) نے اپنے خود ساختہ اللہ کی طرف سے کی۔ اس کا سر کیوں قلم کیا جائے؟ اس لیے کہ وہ ان مذہبی جنگوں (دہشت گردانہ حملوں) میں حصہ نہیں لیتا؟

قرآن کریم نے انسانی جان کی حرمت کو بلا تفریقِ مذہب یوں بیان کیا ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا[67]

(جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا (کسی اور وجہ سے) قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔)

قرآن کے نزدیک قتل کا تعلق عدمِ ایمان سے نہیں بلکہ فساد اور ناحق خون سے ہے۔

غیر مسلم شہریوں (ذمیوں) کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا سخت انتباہ:

[65] ۔ہروی، ملا علی قاری، شرح مسند ابی حنیفہ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1985ء، ص:359

انسانی جان کی حرمت اور کفر و قتل کا استشراقی تصور

[66] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad ص:67

[67] ۔ المائدہ:32

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

"من قتل معاہداً لم یرح رائحة الجنة"[68]

(جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری جس سے امن کا معاہدہ ہو) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔)

مصنف نے کافر کی تعریف کو مسخ کر کے اسے دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے جبکہ اسلامی قانون میں کسی غیر مسلم کو محض اس کے عقیدے کی بنیاد پر قتل کرنا حرام ہے۔ صفحات 60 اور 61 میں عورتوں کے بارے میں جو زہریلا لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے وہ بھی صریحاً جھوٹ ہے کیونکہ اسلام نے عورت کو ملکیت نہیں بلکہ شراکت دار قرار دیا ہے۔ مصنف کا اللہ تعالی کو خود ساختہ کہنا اس کے اپنے اندرونی بغض کا عکاس ہے جبکہ اسلام کی توحید عقلِ سلیم کے عین مطابق ہے۔

اسلامی نظام قضا اور مستشرقین

In Islam, no transaction between married couples is easier than divorce. The Koran gives absolute power to the man to repudiate his wife unilaterally at his discretion[69]"...

اسلام میں شادی شدہ جوڑوں کے درمیان طلاق سے آسان کوئی معاملہ نہیں ہے۔ قرآن مرد کو یہ مطلق اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے یکطرفہ طور پر بیوی کو الگ کر دے۔

قرآن طلاق کو روکنے کے لیے خاندانوں کی مداخلت اور صلح کا حکم دیتا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا[70]

"اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان بگاڑ کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے بھیجو اگر وہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔"

نبی کریم ﷺ نے طلاق کو ناپسندیدہ ترین عمل قرار دیا:

"أبغض الحلال إلى الله تعالى الطلاق"[71]

"اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔"

[68] ۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، رقم الحدیث:3166

[69] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad، ص:61

[70] ۔النساء:35

[71] ۔سجستانی، ابوداؤد، سنن ابی داؤد، المکتبۃ العصریۃ، 2009ء، رقم الحدیث:2178

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: June 30, 2025

مصنف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام میں طلاق ایک مذاق ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے اسے "آخری حل"(Last Resort) کے طور پر رکھا ہے۔قرآن میں صلح کے لیے ثالثی کا حکم دیا گیا ہے تاکہ گھر اجڑنے سے بچے۔ جہاں تک مرد کے حقِ طلاق کا تعلق ہے،اس کے مقابلے میں عورت کو "خلع" کا مساوی حق دیا گیا ہے تاکہ وہ بھی ناگزیر حالات میں علیحدگی اختیار کر سکے۔

Mohammed ordered their hands and feet to be cut off as punishment for their thievery Prophet ordered hot irons to be drawn across their eyes, and when they asked for water, it was not given to them and they died[72]".

محمد (ﷺ) نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم دیا بطور سزا ان کی چوری کے نبی نے حکم دیا کہ گرم لوہا ان کی آنکھوں میں پھیرا جائے اور جب انہوں نے پانی مانگا تو انہیں نہیں دیا گیا اور وہ مر گئے۔

قرآن کریم میں ایسے مجرمین (جو زمین میں فساد اور قتل وغارت کریں) کی سزا کا ذکر یوں ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ[73]

"اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے والوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں۔"

اسی واقعے (عرینہ کے لوگ) کی حقیقت حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور آنکھیں نکالی تھیں جس پر قصاص لیا گیا:

"إنما سمل النبي صلى الله عليه وسلم أعينهم لأنهم سملوا أعين الرعاة"[74]

"نبی ﷺ نے ان کی آنکھیں اس لیے پھوڑیں کیونکہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھیں پھوڑی تھیں۔"

مصنف نے اس واقعے کو ادھورا بیان کر کے اسے ظلم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ یہ "قصاص" (برابری کا بدلہ) کا معاملہ تھا۔ان لوگوں نے نہ صرف اسلام لانے کے بعد غداری کی اور سرکاری اونٹ چوری کیے بلکہ چرواہے کو انتہائی بے رحمی سے تڑپا تڑپا کر قتل کیا تھا۔اسلام میں ایسی وحشیانہ غداری اور قتل کی سزا وہی دی گئی جو انہوں نے خود کی تھی تاکہ معاشرے میں امن قائم رہے۔

[72] ۔انصاری، مسعود، The Phychology Of Muhammad،ص:68

[73] ۔المائدہ:33

[74] ۔نیشاپوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 1955ء، رقم الحدیث:1671

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 2 (April-June) 2025
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

"In the Islamic justice system, the functions of the jury, defense lawyer, prosecutor, and judge are all relegated into the hands of a mullah, called 'the Islamic judge,' whose verdict is peremptory. ...no other religion enjoins its followers to commit crime. It is so interesting to note that in the Koran, Allah incites a group of His followers to murder..."[75]

اسلامی نظامِ عدل میں جیوری، دفاعی وکیل، استغاثہ اور جج کے تمام فرائض ایک ملا (اسلامی جج) کے ہاتھ میں دے دیے جاتے ہیں جس کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا مذہب اپنے پیروکاروں کو جرم کا حکم نہیں دیتا۔ یہ نوٹ کرنا دلچسپ ہے کہ قرآن میں اللہ اپنے پیروکاروں کے ایک گروہ کو قتل پر اکساتا ہے

اسلامی نظامِ عدل کی بنیاد عدل و انصاف اور گواہی پر ہے نہ کہ کسی ایک شخص کی من مانی پر۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ[76]

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنو، خواہ وہ تمہاری اپنی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"

نبی کریم ﷺ نے قاضی (جج) کے لیے عدل کی اہمیت اور غلط فیصلے پر سخت وعید سنائی ہے:

"القضاة ثلاثة: واحد في الجنة، واثنان في النار"[77]

"قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک جنت میں جائے گا (جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا) اور دو آگ میں جائیں گے (جس نے حق پہچانا مگر فیصلے میں ظلم کیا، یا جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا)۔"

مصنف نے اسلامی عدالتی نظام کو "ون مین شو" قرار دے کر تاریخی بددیانتی کی ہے۔ اسلام میں قاضی پابند ہے کہ وہ فریقین کے دلائل سنے اور گواہوں کی جرح کرے۔ جہاں تک قرآن میں "قتل" (قتال) کے حکم کا تعلق ہے، وہ جرائم پیشہ افراد یا حملہ آور دشمنوں کے خلاف قانونی کارروائی اور دفاع کے لیے ہے، جسے مصنف نے "جرم" کا نام دیا ہے۔ مغربی قانون میں بھی ریاست کے خلاف بغاوت یا قتل کی سزا موجود ہے، لیکن مصنف نے اسے صرف اسلام کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔

[75] کتاب: دی سائیکالوجی آف محمد| صفحہ نمبر: 69

[76] ۔النساء: 135

[77] ۔ذہبی، محمد بن احمد، تنقیح التحقیق، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1998ء، جلد: 5، ص: 61

OPEN ACCESS

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
June 30, 2025

حاصلِ بحث(Conclusion)

زیرِ نظر تحقیقی مطالعے میں مستشرقین کی جانب سے سیرتِ طیبہ اور اسلامی تعلیمات پر کیے گئے مختلف اعتراضات کا علمی، تاریخی اور عقلی بنیادوں پر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس پوری بحث سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ مستشرقین کا اندازِ تحقیق معروضی(Objective)ہونے کے بجائے زیادہ تر تعصب، پیشگی مفروضوں اور نفسیاتی مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے۔

اس تحقیق کے اہم نتائج درج ذیل ہیں:

علمی تضادات کا رد: مستشرقین نے ایک طرف اسلام کو (معاذ اللہ) تشدد کا دین قرار دیا تو دوسری طرف قرآن کی ان آیات سے چشم پوشی کی جو عدل وانصاف اور انسانی جان کی حرمت کا درس دیتی ہیں۔

شجاعتِ نبوی ﷺ: نبی کریم ﷺ کی جسمانی بہادری پر کیے گئے اعتراضات تاریخی حقائق کے بالکل بر خلاف ہیں۔ آپ ﷺ نے ہر میدانِ جنگ میں نہ صرف ثابت قدمی دکھائی بلکہ صحابہ کرامؓ کے لیے ایک مضبوط ڈھال ثابت ہوئے۔

نظامِ عدل کی شفافیت: اسلامی نظامِ عدل پر "ملا" کی اجارہ داری کا الزام سراسر لغو ہے کیونکہ قرآن نے گواہی اور انصاف کے وہ بلند معیار مقرر کیے ہیں جو اپنی ذات اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف بھی عدل کا حکم دیتے ہیں۔

غلط بیانی کا پردہ چاک: جہاد، خواتین کے حقوق اور ارتداد جیسے موضوعات پر مستشرقین نے قرآنی آیات کو ان کے سیاق وسباق (Context) سے کاٹ کر پیش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

مختصر یہ کہ مستشرقین کا کام علمی سے زیادہ پروپیگنڈا پر مبنی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مستند اسلامی مصادر کی روشنی میں سیرتِ نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ان باطل نظریات کا مؤثر علمی تدارک ہو سکے۔ اسلام کی بنیاد مادی جاہ و حشمت پر نہیں بلکہ خالص توحید، بے لوث قربانی اور آفاقی عدل پر قائم ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY